ادبی تنقید کا مفہوم

از جناب وقار احمد صاحب رضوی ایم۔ اے

ادبی تنقید ایک فنِ طبیعی ہے۔ اور وہ اس وقت سے فطری طور پر حیاتِ انسانی میں موجود ہے۔ جب انسان کو ادراک و شعور عطا کیا گیا۔ یہی وہ قوت ہے جس نے انسان میں ادب کا ذوق اور اس کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی۔

ادب اور نقد زندگی کی ناطق قدریں ہیں۔ ادب زندگی کے بطن سے رونما ہوتا ہے۔ اور نقد ادب کی تہذیب اور حسن کاری میں حصہ لیتا ہے۔ وہ زندگی کے تجربات کو پرکھتا ہے اور ان قدروں کا تعین کرتا ہے۔ جو تخلیق کو نور و نکہت اور وجدانی تاثرات کو سائنسی صداقت سے ہم آہنگ کرتی ہیں۔ اس کی آواز کا جادو جب زندگی کے افق پر جلوہ ریز ہوتا ہے۔ تو وہ بربطِ حیات کے تاروں کو چھیڑ کر فضا میں نغمہ برسا دیتا ہے۔ وہ عشق کو آگہی اور عقل کو آدابِ جنوں سکھاتا ہے۔ نقد نہ محض علمی چیز ہے اور نہ بے ستون و کوہکن کی حکایاتِ تو نیچکاں۔ جب زندگی خارجیت یا محض داخلیت کی تنگنائے سے گذرتی ہے۔ تو نقد خیال کو مادے سے اور مادے کو عینیت سے قریب لاتا ہے۔ وہ زندگی کو اصولِ تغیر اور لامتناہی سلسلے سے ہمکنار کرتا ہے۔ وہ ہیئت و معنی کا حسین امتزاج پیش کرتے ہوئے، گردشِ دوراں کو لطافتِ صہبا اور انسان کو زندگی کی آخری صداقت کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

نقد چند غیر مربوط قوانین کا نام نہیں۔ بلکہ نقد کی بنیاد اصول، ضابط اور فہم پر قائم ہے۔ نقد

کے اصولوں پر ادب پاروں کو پرکھنے کے بعد کچھ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ وہ ٹھیک ہیں یا نہیں یہ دیکھنا بھی نقد ہے کیونکہ متنبیہ تضادات کے درمیان جدوجہد اور تصادم کے منطقی نتائج سے بحث کرنا نقد میں شامل ہے۔ فطری طاقتیں تاریخی ارتقا میں اہمیت رکھتی ہیں۔ تحلیل و تجزیہ سے پیدا شدہ حالات تاریخی عمل سے کس حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ بات بھی نقد کے دائرے میں داخل ہے۔ اس لحاظ سے نقد فنکار کو غیر جانبدار تخلیقی عمل کی طرف لے جاتا ہے۔

نقد ابتدا ہی سے معرض وجود میں آگیا تھا۔ ادب اور نقد پہلو بہ پہلو زندگی بسر کرتے چلے آرہے ہیں۔ شاید پہلے شاعر یا ادیب کے بعد ہی پہلا ناقد بھی دنیا میں آیا۔ شروع میں نقد انفعالی تھا شعر کے سلبی طرزِ فہم پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ پھر وہ ایجابی ہوا۔ سلبی نقد سے تاثر وجدانی کا دوسرا نام ہے۔ وہ حسن و قبح بیان نہیں کرتا۔ ایجابی نقد سے تاثرات و انفعالات کے مثبت طریقہ اظہار کو کہتے ہیں۔ وہ عیوب و محاسن بیان کرتا ہے۔ ایجابی نقد کے ذریعہ تاثرات کا شرح و بسط ہوا، اسطرح گذشتہ ادوار میں ادب اور نقد کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

انفرادی یا اجتماعی ذوق، نقد کا ادبی ستون، اور ادب کو پرکھنے کی اولین کسوٹی ہے۔ ادب کا فنی مرتبہ متعین کرنے اور ادب کی قدر و قیمت بیان کرنے کے متعلق، ادبی احکام اور فیصلے صادر کرنے کے لئے، ذوق، مرجع اول ہے۔

نقدِ ادبی کی پہلی غایت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے کسی ادب پارے کے حسن ذاتی کی قیمت کا اندازہ کرے۔ یہ بات اصولِ نقد یا ان عام خصوصیات سے معلوم ہوگی جن کے لئے ادب بمعنی عام اور ادب بمعنی خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ یعنی ادب کی جو خصوصیات عامہ ہیں، ان کے ذریعہ ادبی عبارت کی ذاتی قیمت کا اندازہ ہوگا۔ یہ ایک ایسی نوعِ توضیحی ہے جو ادب کو سمجھنے اور ادبی ذوق رکھنے میں معاون و مددگار ہوتی۔ یہ نوعِ توضیحی، ذاتِ ادب کی قیمت کی وضاحت کرتی ہے۔ ذاتِ ادب کی وضاحت کرنا اور ادب کی خصوصیات عامہ کا پتہ لگانے کے بعد، اس کا اضافی مرتبہ متعین کرنا، نقد کا دوسرا حصہ ہے۔ ادب کا اضافی مرتبہ متعین کرنے میں ادیبوں کی درجہ بندی اور ان کی مختلف تخلیقات کے بارے میں ایک ضابطہ فکر

کرنا ہے تاکہ وہ موازنے کا پیمانہ بن سکے۔ یہ ایک ایسی نوع ترجیحی ہے جو ادیبوں میں باہم فضیلت اور برتری قائم کرتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی عہد کے تمام ادیب، شعور کی ایک ہی سطح پر نہیں ہوتے۔ ان کا ذہن طبقاتی اور سماجی محسوسات کے مختلف حصوں میں بٹا ہوتا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی فنی اثر کا صحیح اندازہ کرنا، اس کا مقام اور درجہ متعین کرنے کا نام نقد ہے۔ یا یوں کہئے کہ ادبی نصوص کی ذاتی قیمت اور اضافی مقام کا تعین، نقد ہے۔ پس اصطلاح میں نقد ادبی، ادبی عبارتوں کے پرکھنے، ان کا صحیح اندازہ کرنے، ان کا مقام اور مرتبہ متعین کرنے کو کہتے ہیں۔

نقد کا کام اس وقت شروع ہوتا ہے، جب ادب عالم تخلیق میں آجاتا ہے۔ ادب پہلے وجود میں آتا ہے۔ اور نقد انشائے ادب کے بعد اپنا فریضہ انجام دیتا ہے۔ نقد سے یہ بات خود بہ خود متصور ہوتی ہے کہ ادب بالفعل موجود ہے۔ نقد کے توسط سے ادب کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح ادب ترقی کرتا ہے۔ اور نقد اپنے ملکۂ مہذبہ اور فطری جذبہ کی روشنی میں ادب کے بارے میں حکم صادر کرتا ہے نقد کو اس بات کی قدرت حاصل نہیں کہ وہ ادب کو عدم سے وجود میں لائے۔ ادب تخلیق کرنا یا ادبی ذوق اور اس کی چاشنی پیدا کرنا، نقد نہیں۔ نقد میں تخلیق کی صلاحیت نہیں ہوتی لیکن اچھی تنقید، تخلیقی ادب پیدا کرتی ہے۔ نقد۔ ملکۂ ادب اور اس کی چمک کو بڑھاتا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انشائے ادب، ادبی ذوق اور اس کی تنقید یہ تینوں مل کے فطری طور پر ایک وقت کسی ادیب میں پائے جاسکیں۔

ادب، ادیب کا پرتو ہے۔ نقد ادیب کے وجدان کو ٹٹولتا ہے وہ ادیب کے ذاتی احوال و کوائف کو آئینہ کرکے رکھ دیتا ہے۔ وہ ادیب کی طرح ستاروں پر کمند ڈالنے کے بجائے انگاروں سے دہکتی اور چنگاریوں سے مہکتی ہوئی ادیب کی زندگی کے اسباب و علل تلاش کرتا ہے۔ وہ ادیب کے ذہن کا مطالعہ کرتا ہے۔ جہاں داخل کی گہرائیوں سے نکلنے والے ادب نے جگہ پائی ہے۔

وہ تاریخی ماہیت سے سوز دروں کی مطابقت کا اندازہ لگاتا ہے۔ جس نے ادیب کے ذوق جمال کو استوار کیا اور قوت تاثیر کو نمو بخشی۔

نقد مادی ارتقا۔ اور ادبی شعور سے بحث کرتا ہے۔ یہ تجرباتی طریق کار ادیب کے لیے حقیقت کی تفتیش اور انکشاف کا وسیلہ بنتا ہے۔ نقد منطقی قیاس اور استدلال کو عملی زندگی میں، حسن اور مسرت کے اضافے سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ ادیب کے لاشعوری عمل کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ وہ حیات و کائنات کا عمیق مطالعہ کرتا ہے۔ اس کے پاس کائنات اور زندگی کے ارتقا اور تاریخ کا منضبط علم ہے۔ نقد، وہ اشتراکی حدود، و ارتقار کی ایک تاریخ ہے۔ وہ تخلیق کو جدلیاتی ماہیت اور فنکار کو خارجی اسباب و شعور کے درمیان جہد و پیکار پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ فنکار کے ضمیر سے دوئی اور تضاد کو مٹاتا ہے۔ وہ تاریخی جبریت کا شکار نہیں ہوتا۔ اور اپنے اندر اجتماعی اور انفرادی ارادے کو یکساں طور سے کارفرما ہونے دیتا ہے۔ وہ فنکار کو مادی اور ارضی زندگی کی اصلیت اور جسم و جان کے نازک رشتے کا احساس دلاتا ہے۔

ادب ماحول اور شخصیت سے پیدا ہوتا ہے۔ نقد ادب کے افادی اور جمالیاتی پہلوؤں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ وہ خیال کی پاکیزگی کے ساتھ اسلوب کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ ظاہر اگر غیر واضح ہوں تو احساس کی سفلی جبلت، وحشیانہ جذبات کی عکاسی کرنے لگتی ہے۔ نقد فکر و فن دونوں کا مجموعہ ہے۔ وہ واضح اور مرتب فکر سے فن میں نکھار اور تنظیم لاتا ہے۔ وہ خیال و تجربہ کے سفلی عمل کو زندگی کی لطافتوں سے مانوس کرتا ہے۔ وہ جذبات کی آسودگی کے بجائے ذہن کی بیداری اور فلسفہ یا نظام تعمیم کی تجریدی مماثلت کی طرف لے جاتا ہے۔

نقد طبیعات اور کیمیا کی طرح تجرباتی علوم Practical Sciences میں سے نہیں ہے۔ اور نہ اس کا شمار علوم ریاضی۔ حساب، ہندسہ، جبر المقابلہ میں ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام علوم وضعی ہیں۔ نقد عقلیت اور سائنسی مزاج کو ذوق و وجدان اور شاعر کے احساس جمال سے بہرہ ور کرتا ہے۔

جہاں تک نقد کا تعلق ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ اس کا ایک حصہ وضعی ہے۔ اس میں عمومیت ہے۔ اور نحو، بیان اور ذوق عمومی کو دخل ہے۔ نقد کا دوسرا حصہ شخصی ہے۔ اس کا سارا دارومدار انفرادی ذوق یا ذوقِ خاص پر ہے۔ ہر فرد کا ذوق اس کا اپنا ذوق ہوتا ہے۔ اس میں غیر کو دخل نہیں ہوتا۔ احساس، زندگی کے ارتقائی عمل سے ہر لحہ بدلتا رہتا ہے۔ ادبی ثقافت اور طبیعی عناصر کے اشتراک سے مشترک اقدار راہ پاتی ہیں۔ اس اعتبار سے ادبی تنقید خالص علوم کے دائرے سے نکل جاتی ہے۔ کیونکہ ادبی تنقید میں ذوقِ خاص کو دخل ہوتا ہے۔ اور وہ زندگی کی تفسیر اسی پہلو سے کرتا ہے جس طرح ادیب یا شاعر نے حیات و کائنات کی ترجمانی کی ہے۔ یا جیسے شاعر کی طبیعت اور اس کے مزاج نے زندگی کو سمجھا ہے۔

نقد خالص فن کبھی نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ فن ادب، ذاتیت سے بحث کرتا ہے اور زندگی کو ادیب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ادب یا ادبی تنقید۔ شخصیت ادیب کا عکس ہوتی ہے۔ زندگی ادیب سے جو چاہتی ہے نصوراتی ہے۔ اور فنکار اپنے جذبات اور خیال کے مطابق جیسا چاہتا ہے زندگی کی مصوری کرتا ہے۔ اس اصول کے پیش نظر نقد کی تین شقیں ہوئیں۔

۱۔ نحو معانی، بیان۔ ۲۔ نظم و نثر۔ ۳۔ فلسفہ، نفسیات اور فنی اصول۔ پس نقد — علم خالص اور فن خالص کے درمیان ایک شئی ہے۔ جو ان دونوں جانبوں میں سے کسی ایک ہی طرف نہیں جھک سکتا۔

نقد۔ عقلی ثنویت کو زبانِ دلبری اور حدیثِ قدسی کو تجربہ و ادراک کا ایمانی شعور دیتا ہے۔ وہ ارتقار بالضد کے نظام میں زندگی کے حرکی تصور اور عملی التزامات کا پیامبر ہوتا ہے وہ ذہن کی وسیع کائنات میں لاشعور کو تعبیر سے، شعر کو آہنگ سے، روح کو تصوریت سے ملاتا ہے۔ اور درایت کو ماضی کی عظمت پارینہ کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ نقد لکھنے والے کے شعور اور خیالات کو غور سے پڑھتا ہے۔ وہ سماج کے دوسرے افراد تک شاعر یا ادیب کی بات پہنچانے میں افہام و تفہیم کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہ شعر کی تشریح بھی ہے اور اس کی

توجیہ بھی۔ وہ ادیب کے اجتہاد کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے۔ اور ادب سے مادی ضروریات اور اخلاقی مطالبات پورا کرنے کے بارے میں مواخذہ بھی کرتا ہے۔ نقد تحسین وتقریظ نہیں اور نہ تحسین وتقریظ کو بڑی تنقید کہا جا سکتا ہے۔

تنقید ایک سماجی عمل ہے۔ اور ناقد ادب کی مصوساتی دنیا میں ادبی پارکھ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناقد۔ ادب پاروں کو نقد کی کسوٹی پر کستا ہے۔ اور نقد کے اصول و مقاییس کی روشنی میں ان کو پرکھتا ہے۔ وہ کھرے کھوٹے میں تمیز کرتا ہے۔ اچھے ادب کی تخلیق میں ادیب کے ذاتی مشاہدہ سے زیادہ ناقد کی بصیرت کو دخل ہے۔ اچھی تخلیقی قوت اچھی تنقیدی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ تنقیدی شعور۔ تخلیقی استعداد کے زیر اثر ہی نشو و نما پاتا ہے۔ ایک اچھا ناقد تیز ادراک، زندہ احساس، وسعت نظر اور عمیق دماغ کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنی تنقید میں شرافت و مروت کے بجائے، تنقیدی بالغ نظری کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کا آفاقی ذہن، غیر جانبداری، مقدس سنجیدگی اور خیال و مادہ کی شعوری آویزش سے مربوط ہوتا ہے۔ ناقد انسان کے عنصری عواطف اور نفس انسانی کی بنیادی کیفیات سے اس طور پر بحث کرتا ہے کہ یہ چیزیں ہمہ گیر ہیں۔ زمان ومکان کی قید سے آزاد ہیں۔ ابدی ہیں تنقید میں جذباتی تحلیل سے وسعتیں اور گہرائیاں آتی ہیں۔

ناقد کا ذہن داخلی حقیقتوں کے ساتھ ساتھ، خارجی حقیقتوں سے بھی وابستہ ہوتا ہے ناقد میں تنقیدی صلاحیت، عصری میلانات سے الگ ہٹ کر اجاگر نہیں ہوتی۔ فرد کی شخصیت اور فرد کی زندگی ایسی چیزیں ہیں جن کا تصور سوسائٹی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ادب کا خارجی حالات سے براہ راست اور گہرا تعلق ہے۔ ناقد کی زندگی بھی جماعتی پس منظر سے انسلاک رکھتی ہے۔ ناقد کی شخصیت میں مادی جدلیت یا تاریخی مادیت، لازمی شرط قرار پاتی ہے۔

ناقد کا ثاقب النظر، سریع الخاطر اور مہذب الذوق ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ادیب کے ساتھ میلانِ طبع اور اس کے فطری جذبے میں شریک ہو۔ ایک اچھے ناقد

میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اس ذہنی کیفیت کو پانے کی کوشش کرتا ہے، جو مصنف یا تصنیف کی ہے وہ اپنے ذوق کو چھوڑ کر ادیب کے ساتھ مل جاتا ہے۔ وہ قدروں کا نباض اور تجربات کا مبصر ہوتا ہے۔

یہ سب موثرات ناقد کی زندگی میں ثقافت علمی و ادبی سے پہلے ہیں۔ ثقافت علمی و ادبی کا درجہ بعد میں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ موثرات فطری ہوتے ہیں۔ اور ثقافت علمی و ادبی، کسبی ہے۔ ناقد میں ثقافت علمی و ادبی، ادب کی مشق و ممارست، کلاسکی لٹریچر کے پڑھنے، علوم و فنون پر گہری نظر، اور تاریخی ادوار کے مطالعہ سے آتی ہے۔ اس ثقافت اور ذوقِ خاص کے امتزاج سے ناقد میں ثقاہت علمی و ادبی بیدار ہوتی ہے۔ اگر یہ سب چیزیں کسی ناقد میں جمع ہو جائیں تو اس کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو سکے گا۔ اور وہ صحیح معنوں میں تنقیدی بصیرت کا حامل ہوگا۔

نقد کے اصولی سرچشموں یا عناصر ادبی — جذبہ، فکر، خیال اور ہیئت میں جذبہ کو فوقیت حاصل ہے، جذبہ ایک اہم عنصر ہے۔ تمام چیزوں میں جذبہ کی قوی تاثیر ہے۔ عاطفہ، خیال کو پیدا کرتا ہے۔ اور خیالی تصویروں کو ابھارتا ہے۔ پھر حقائق کو زندہ کرتا ہے۔ جذبہ ایک خوبصورت اور مترنم زبان کو جنم دیتا ہے۔ وہ ادب میں شعر یا نثر کا روپ دھارتا ہے۔ جذبہ ایک خیال مصور کو مستلزم ہے، اور خیال کو واضح طور سے سامنے لاتا ہے۔ فکر تجرید پسند ہے۔ مگر جذبہ ہمیشہ لباس کا متقاضی ہے۔ جذبہ تخلیق کا محرک ہے۔ جذبہ میں ایک حد تک خیال کی کارفرمائی ہے، جذبہ کے آہنگ سے نغمے کے آہنگ کی تخلیق ہوتی ہے اور نغمہ کے آہنگ سے جذبہ کی تہذیب ہوتی ہے۔ جس طرح عقل، صداقت کی اور ارادہ نیکی کی تخلیق کرتا ہے۔ اسی طرح جذبہ عالم فطرت اور عالم انسانی میں حسن کی تخلیق کرتا ہے۔ ماہیئت کے اعتبار سے احساس اور جذبہ الگ الگ نہیں۔ احساس جب تک جذبہ کا جزو نہ بن جائے اس وقت تک وہ آرٹ کی تخلیق کا باعث نہیں ہو سکتا۔ جذبہ پر جب تخیل کی ضرب لگتی ہے تو اس میں سے روشنی کی کرن پھوٹ پڑتی ہے۔

علمائے نقد اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے اچھا ادب وہ ہے جس میں خطائے فکری نہ ہو۔ جذبات کی سچی عکاسی ہو۔ نقد میں اہم چیز ذوقِ خاص ہے۔ ذوق سب کا ایک سا نہیں ہوتا۔ ذوق کے پیمانے سب کے الگ الگ ہوتے ہیں۔ لہذا نقد کسی خاص اصول یا ضابطے کا پابند نہیں۔ اس کا مزاج مختلف الالوان ہے۔ نقد کے اصول مشکل نہیں۔ اور نہ نقد میں نحو، بلاغت کی طرح تفصیلی قوانین ہیں۔ نقد کے قوانین عام اور لچکدار ہیں۔ ان کا تعلق ہر فرد کے ذوق سے ہے وہ اصول، شخصیت کو فنا نہیں کرتے بلکہ شخصی اثرات یا شخصیتوں کو اپنے احاطے میں لے لیتے ہیں ہر فن کا صحیح فلسفہ فی الواقع سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ ذوقِ سلیم کی منطقی شرح ہے، ذوقِ سلیم اس فن کے فلسفہ تک پہنچاتا ہے۔ جذبہ کی سچائی، خیال کی رعنائی، فکر کی گہرائی، اور اسلوب عناصر ادبی ہیں۔ یہ ارکانِ ادب ہیں۔ اور آپس میں اتصالِ عمل رکھتے ہیں۔

پاکیزہ ذوق ادب کو سبک اور لطیف بناتا ہے۔ علوم نفس، آرٹ، موسیقی اور فلسفہ ذوق کو درست کرتے ہیں۔ نقد کے پاس ان میں سے ہر چیز کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے۔ نقد کے مقاییس کچھ چیزوں کے گرد گھومتے ہیں۔ وہ کلام یا ادب میں حسن، قوت اور وضاحت پیدا کرتی ہیں۔ وہ ادب کو کامل ترین فن کا نمونہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔ اور اس کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ حیات و کائنات پر اثر انداز ہو سکے۔

زبان مواد کو طبیعت سے اخذ کرتی ہے۔ اور اجزاء کو بطریق تشبیہ و استعارہ ترتیب دیتی ہے۔ یہ لغتِ خیالی ہے۔ جب نثر اور دوسری عبارتیں، غایتِ ادبی کو پانے سے عاجز ہو جاتی ہیں، تو خیال ہی ایک ایسی طاقت ہے جس کے ذریعہ، جذبہ احساس کی صحیح ترجمانی کرنے لگتا ہے، معاشرے میں جذبے اور تخیل کی قوت اور خیال اور آواز کی ہم آہنگی سے جوہری توانائی ابھرتی ہے۔ اعلیٰ آرٹ کی تخلیق نہ خالص فکری انسان کر سکتا ہے اور نہ خالص جذباتی انسان۔ اس جمالیاتی توازن میں زندگی کے توازن کا اشارہ ملتا ہے۔ جذبہ کی حرکت اندر سے باہر کی جانب ہوتی ہے۔ فکر کی حرکت باہر سے اندر کی طرف ہوتی ہے۔ عقل کی دنیا خارجی ہے۔ اور جذبہ کی دنیا اندرونی ذہن سے

حرکی اجزاء تصورات نہیں، جذبات ہیں۔ تصورات، جذبات سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ زندگی عقل اور خیال، فکر اور جذبہ سب پر حاوی ہے۔ اس میں خرد کی بخیہ گری اور جنون کی پردہ دری دونوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔ زیست کا نظم و ضبط عقل کا رہین منت ہے۔ پر زیست کا مزہ جذبے کے بغیر ممکن نہیں۔

شاعر کے دل میں غم و غصہ، نشاط و خوشی کے جذبات اٹھتے ہیں۔ ناقد اس اضطراب کے دواعی اور اسباب کا پتہ چلاتا ہے۔ وہ تلاش و جستجو سے اسباب کی حقیقت کو پالیتا ہے۔ وہ عبارت کی تحلیل عملی سے اس عنصر عقل یا فکر کا سراغ لگاتا ہے جو نقد کا تیسرا اصول ہے

تعبیر حقائق کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسا اسلوب اختیار کیا جائے کہ اس کا اثر قاری کے ذہن پر پڑے اور پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ قاری کا ذہن نقد کی کسوٹی ہے۔ جذبہ قاری کے دل میں ادبی قوت تاثیر سے پرورش پاتا ہے۔ اور وہ مقیاس نقد ادبی کا کام دیتا ہے۔ قاری کا ذہن ناقد کے مماثل ہے۔ تخلیق کے پڑھنے کے بعد قاری کا ذہن اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ وہ تخلیق کیسی ہے؟ نقد کے باب میں قاری کے تاثر ہی کو معتبر سمجھا جائیگا۔ تاثر بھی علم کا ایک ماخذ ہے۔ یہ علم محض قضایا کا مجموعہ نہیں۔ اس میں اجزاء کے بجائے کل حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہاں جذبہ، ذہن کے مدد سے اپنی اندرونی شدت کو خارجی عالم پر ظاہر کرتا ہے۔ تاثر و احساس۔ شعور یا تحت شعور کی قوتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور اپنے دامن کو اس کے پھولوں سے بھر لیتے ہیں۔ وہ زندگی کے حقائق کو صاف اور واضح خطوں میں تقسیم کرلیتے ہیں۔ اور ذہن، عملی اغراض کے تحت، وجود کی گہرائیوں سے سرگوشیاں کرنے لگتا ہے۔

تعبیر حقائق کے لئے تشبیہ و استعارہ، کنایہ و بدیع کی زبان درکار ہے۔ اس سے معانی کے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسلوب ایک اندرونی راگنی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں آواز کا زیر و بم اور اتار چڑھاؤ ہے۔ اس اندرونی راگنی کے آثار انسانی جسم میں انبساط و انقباض کی شکل میں عیاں ہوتے ہیں۔ اسلوب اپنے احساس جمال سے ہیئت و معنی کے تعامل اور تیرہ کو

آب و رنگ دیتا ہے۔ وہ اظہار کی تمام لطافتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ اسلوب زندگی کا امین و رازداں ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ کاروانِ حیات عمل اور حرکت کی راہ میں گامزن ہو۔ اور جذبہ یا خیال تسبیحِ خالد کے لباس میں مزین نظر آئے۔

تخیلی فعل، جذبہ کا علامتی رمز ہے۔ جذبہ ـ خواہش یا تمنا کا اظہار ہے۔ آرزو کے جذباتی شعور میں تخیلی شعور بھی موجود رہتا ہے۔ لفظ اور معنی کے ربط سے حسن ادا کی زینت آرائی ہے۔ طرزِ ادا کا انحصار لفظ اور معنی دونوں پر ہے۔ الفاظ میں ایک جہانِ معنی پنہاں ہے۔ ہر لفظ ایک جوہری انفراد بت لئے ہوئے ہے۔ جذباتی شعور کے لئے ان سے ایک طرح کی تجدید عمل میں آتی ہے۔ فکر، تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی، رمز و ایمار کا اسلوب ہے۔ اس میں اندرونی تجربے کی گہرائی ہے۔ اور خارجی جماعتی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل بھی۔

نقد کی نگاہ میں ادب رفیع، اقدار اعلیٰ کا مبلغ ہے۔ اس پر تہذیب نفسی غالب ہے۔ وہ انسانوں کو دل آزاری کا نہیں، سرور و نشاط کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ یہ خصوصیت اچھے ادب ہی کی ہیں۔ تمام فنونِ جمیلہ کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ کوئی بھی اچھا ادیب یا انسان اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو غم و آلام کی آماجگاہ بنائے۔ بجز اس کے کہ خود ادیب ہی کا ذہن غیر معتدل ہو۔ اس کی فکر جنسیت زدہ ہو۔ اس کی حس مردہ ہو۔ اور وہ زندگی کو شر اور گناہ کا زائیدہ تصور کرتا ہو۔

ادب کا موضوع طبیعت اور انسان ہے۔ نقدِ ادبی کا موضوع نظم و نثر ہے۔ ادب عقل و شعور کی مصوری کرتا ہے۔ نقد کا تعلق اس کی شرح، تحلیل و تجزیہ، معائب و محاسن سے ہے۔ اصولِ لغت اور قوانینِ نقد کا پورا احترام، نقد کی پاسبانی سے عبارت ہے۔ نقد فکر و تعبیر کی راہوں میں ایک شمع ہے۔ اور تخلیقی ادب کی تاریخ میں معاشی زندگی کا ایک شعبہ۔